شفق کی افسانہ نگاری

صوبہ بہار زمانہ قدیم سے تہذیب و تمدن کا مرکز اور علم و فن کا گہوارہ رہا ہے۔ شفیق احمد خاں شفق کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے۔ شفق اپنا افسانوی سفر ۱۹۶۲ء سے قبل ہی شروع کر چکے تھے۔ پہلا افسانہ 'میں قاتل ہوں' جون ۱۹۶۲ء میں 'سوز' کلکتہ میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ان کی چار سو سے زائد کہانیاں ہندو پاک کے ادبی اور نیم ادبی رسائل میں چھپتی رہیں۔ ان کے چار افسانوی مجموعے منظر عام پر آئے۔ 'سمٹی ہوئی زمین' (۱۹۷۹ء) 'سنگ گزیدہ' (۱۹۸۴ء) 'شناخت' (۱۹۸۹ء) اور 'وراثت' (۲۰۰۳ء) ان سب میں کُل ملا کر ۵۵/ افسانے شامل ہیں۔

۱۹۸۰ء کے بعد بہار کے ادبی افق سے ابھرنے والے افسانہ نگاروں کی طویل فہرست میں ایک اہم نام شفق کا بھی ہے۔ عموماً شفق کے ساتھ علامت نگاری، تجرید اور نئی نسل کی گم شدگی کی باتیں ایک ساتھ کی گئی ہیں مگر شفق نے عام روش سے ہٹ کر زندگی کی ہمہ جہتی کو صحیح تناظر میں سمجھ کر اپنی تخلیقات کے ذریعہ حقائق کو بے نقاب کرنے کا فریضہ انجام دیا اور منفی لہروں کے مابین صالح قدروں کی اہمیت کو سمجھا۔ ان کے افسانوں کی زیریں لہریں اُن مسائل کی طرف اشارہ کرتی ہیں جہاں افراد کے رشتے ٹوٹتے نہیں ہیں بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہو کر اجتماعی منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ شفق کی شخصیت بیحد متین اور سنجیدہ تھی مگر حساس ہونے کی وجہ سے وہ ہمیشہ متفکر رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ سہرام کی خونریز فضا نے ان کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں اذیت، کرب ناکی، وحشت، عدم تحفظ، قتل و خون اور لاش وغیرہ کی باتیں آتی ہیں۔ یہ ساری باتیں شفق کے اعصاب پر اس قدر حاوی ہو گئی تھیں کہ وہ ان کی گرفت سے باہر نہیں نکل پائے جس کی وجہ سے ان کے ابتدائی تمام افسانے تقریباً ایک ہی فضا کے حامل ہو گئے ہیں۔ ہر چند کہ بعض کہانیاں منفرد ہیں۔ مثلاً 'اکھڑا ہوا درخت' 'مہاجر' 'چٹکی بھر زندگی' 'واردات' اور 'شناخت' وغیرہ یا اسی قبیل کی دوسری کہانیاں۔ شفق کے افسانوں میں اسی یکرنگی کی بناء پر شگفتگی کم دکھائی دیتی

ہے ۔اس کے علاوہ اسلوب اور لب ولہجہ میں جو اتار چڑھاؤ ہونا چاہئے تھا وہ مفقود نظر آتا ہے ۔واقعات و کردار اور مقام وفضا سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ان کے ابتدائی افسانوں میں کہانی پن کا فقدان نظر آتا ہے ۔بکھرے ہوئے بے جوڑ خیالات کے درمیان ربط و تسلسل بھی نہیں ملتا ۔کہانی ٹکڑوں میں تھوڑی بہت سمجھی جا سکتی ہے مگر اس پر بھی خوف و دہشت اور آسیب کا غلبہ نظر آتا ہے۔

یوں تو ۶۰ سے ۸۰ کے درمیان کا اردو فکشن ہی آسیب زدگی کا شکار تھا ۔ظاہر ہے شفق اس کے اثرات سے کیسے بچ سکتے تھے ۔لہذا انہوں نے افسانہ 'آسیب' لکھ کر اپنی آسیب زدگی ثبوت بھی فراہم کر دیا ۔اس افسانہ میں ایک ایسے نوجوان کے آسیبی خلل یا اعصابی ہیجان کی تصویر کشی کی گئی ہے جو موجودہ معاشرے اور سماج کا حساس فرد ہے ۔اس کے اپنے کچھ قابل بیان اور کچھ ناقابل بیان مسائل ہیں جن میں جنسی مسائل بھی شامل ہیں ۔اس کے علاوہ 'دلدل' شفق کا وہ افسانہ ہے جس کا اشاراتی نظام بہتر ہے ۔قید و بند، زیست کی مجبوریاں اور حکمراں طبقے کے خلاف عوام کی کوششوں کو مؤثر ڈھنگ سے پیش کیا ہے ۔'اکھڑا ہوا درخت' میں سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی بحران کا ماتم ہے ۔تو 'نچا ہوا کارڈ' کے بین السطور میں عالمی صورت حال کی منظر کشی گئی ہے ۔'مہم' میں داخل وخارج اور اس کے مابین پستے ہوئے انسان کی تصویر کشی دو علامتوں کے ذریعہ کی گئی ہے ۔ایک علامت منحوس پرندے کی ہے تو دوسری علامت سائے کی ۔اس کے ذریعہ عصر حاضر کے تناؤ اور ظاہر و باطن کی نظر نہ آنے والی جنگ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے ۔اس کے علاوہ 'کمین گاہ' 'آسیب' 'سیاہ کتا' اور 'بادل' وغیرہ جیسے افسانوں کے ابتدائی اقتباسات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان سب میں مستقبل کے صیغے کا استعمال ہوا ہے اور ایک نادیدہ زمانۂ آئندہ میں کسی انجانے اور پُر اسرار عذاب کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے۔

'شناخت' شفق کی سترہ کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں 'شناخت' اور 'مہاجر' جیسی چونکانے والی کہانیاں بھی شامل ہیں ۔انسان کے اندر بڑھتی ہوئی حیوانیت اور اپنے آپ کو ہر قیمت پر منوانے اور اپنی شناخت قائم کرنے کی شدید خواہش ان کہانیوں میں نمایاں ہیں ۔اس قسم کے حالات انہیں کرب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

احساس کے اسی کرب کے تناظر میں محمد حسن نے شفق کے افسانوں کے حوالے سے لکھا ہے :

''احساس کے اسی کرب سے وہ (شفق) ذاتی زندگی کے حادثوں ،مرد اور عورت کے تعلقات ،خاندان کے مسئلوں سے آگے بڑھتے ہوئے فرقہ وارانہ

فسادات، تقسیم وطن کی نفسیات اور فلسطین پر گرتے ہوئے بموں تک پہنچتے ہیں اور افسانوں میں دبے ہوئے درد کی تہوں میں پیوست ہو جاتے ہیں۔

شفق نے انہیں میں اپنی شناخت پائی ہے۔'' (عصری ادب۔جنوری تا اپریل،۱۹۹۰ء)

'شناخت سے قبل کا افسانوی مجموعہ 'سنگ گزیدہ' ہے۔اس میں کل نو افسانے ہیں ۔اس مجموعہ میں بھی قریب قریب وہی طرز اظہار اور اسلوب بیان اختیا کیا ہے جو ما قبل کے افسانوں میں کر چکے تھے۔شفق کے افسانوں میں کچھ ایسے قرائن ملتے ہیں جن سے ان کے افسانوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔کیونکہ انہوں نے اپنے افسانوں میں موجودہ سماج کی تہہ درتہہ پرتیں

علامتوں کے پردے میں اس طرح کھولی ہیں کہ عام انسانوں کے سامنے پورا سماج برہنہ ہو کر آ گیا ہے۔لیکن ان افسانوں کی تفہیم اسی وقت ممکن ہے جب ان علامتوں تک قاری کی رسائی ممکن ہو۔

۹۰ء تک آتے آتے جدید افسانہ کا پورا منظر نامہ ہی بدل گیا ۔چنانچہ بیسویں صدی کے آخری دہے میں جو افسانے تخلیق کیے گئے ان میں افسانوں کے فنی لوازم کو ملحوظ رکھا گیا اور تجریدی و علامتی اور مبہم و پیچیدہ ہونے کے بجائے صاف و شفاف اور وحدت تاثر کی حامل کہانیاں وجود میں آنے لگیں اور پھر افسانہ اور قاری کے مابین جو دوری تھی وہ ختم ہو گئی ۔اس بات کا بیّن ثبوت شفق کا چوتھا افسانوی مجموعہ 'وراثت' ہے۔جس میں ۱۶/افسانے شامل ہیں ۔اس مجموعہ میں شامل بیشتر افسانے ایسے ہیں جو افسانہ کے جملہ فنی لوازم پر پورے اترتے ہیں ۔آغاز، وسط اور انجام کے علاوہ واقعہ نگاری، کردار نگاری ،منظر نگاری، جزئیات نگاری اور فضا بندی وغیرہ تمام خوبیاں جو،اُن کے ابتدائی افسانوں سے غائب تھیں ،وہ اس مجموعہ میں اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ واپس آ گئی ہیں ۔بقول وارث علوی :

کے ساتھ واپس آ گئی ہیں۔ بقول وارث علوی :

''حیرت اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ ابتدائی افسانوں کی یکرنگی سے تھکا ہوا ذہن، جو سوچتا تھا کہ شفق میں کوئی قوت ایجاد نہیں ہے، اسے کہانیاں سوجھتی نہیں

ہیں، وہ کہانیاں گڑھ نہیں سکتا۔ 'وراثت' کی کم از کم ایک درجن کہانیوں میں تنوع، قوت ایجاد، فنکارانہ تعمیر اور نہایت ہی زندہ اور بولتی ہوئی تصویریں موجود

ہیں۔ پیروڈی، آئرونی، طنز و مزاح، اسطور، تمثیل وغیرہ، گویا جتنے بھی حربے فکشن یعنی دنیائے افسانہ نے ایجاد کئے ہیں، شفق کو ان افسانوں میں ان کا استعمال

کرنے کے مواقع میسّر آئے ہیں۔ اور انہوں نے ان کا خوب استعمال کیا ہے۔ (گنجفہ باز خیال ۔وارث علوی۔ص ۹۷)

اس مجموعے میں شامل پہلا افسانہ 'وراثت' ہے جو کتاب کا نام بھی ہے۔ اس میں افسانہ نگار نے اپنی زمین، اپنے ملک، اپنے بھائیوں اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کی جذباتی کیفیت کو بڑے مؤثر ڈھنگ سے بیان کیا ہے جو اپنی وراثتی زمین چھوڑ کر مملکت خداداد کا حصہ بن گئے ہیں۔ وراثت کے تحفظ کا تصور جو، ان کے وارثین نہیں نبھا سکے اور وقت اور حالات کی موج میں بہہ گئے، اس افسانے میں بڑے مستحکم انداز میں ابھرا ہے۔ یہ افسانہ ایک طرح سے ان کے تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی زوال کی نشانیاں بھی ہیں۔ اسی طرح افسانہ 'خدا حافظ' تحفظ اور عدم تحفظ کے درمیان پیروڈی، آئرونی، طنز اور ڈرامائیت کی بہترین مثال ہے۔ شفق کا ایک مختصر مگر اہم افسانہ 'دوسرا کفن' ہے جو پریم چند کے افسانے 'کفن' کا variation ہے۔ یہ افسانہ اس آئرونی کی المناک مثال ہے کہ ہمیں آزادی ملے تقریباً ۷۰ رسال گزر گئے مگر دلت اور پسماندہ طبقوں کی حالت آج بھی مادھو، گھیسو اور بدھیا سے کسی طرح کم نہیں۔ اسی طرح افسانہ 'رقص شرر' میں ارشد اور نعیم کے ذریعہ اقلیتی فرقہ کی معاشی و اقتصادی بد حالی کے علاوہ سیاسی قائدین اور پولس کے جانبدارانہ رویہ کی قلعی کھولی گئی ہے اور بھوک کی شدت کو ابھار کر موجودہ پسماندہ طبقہ کی اقتصادی و بد حالی کی جیتی جاگتی تصویر پیش

کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا افسانوں کے علاوہ ایک اچھوتے تھیم کا افسانہ 'خدانخواستہ' عیسائیت کے پس منظر میں فرقہ وارانہ تشدد کے تھیم پر بالکل انوکھا اور منفرد افسانہ ہے۔ جبکہ ہندو مسلم تشدد کے پس منظر میں ایک بہترین افسانہ 'کالی زمین' ہے۔ وقت، حالات اور سماج کی تبدیلی پر ایک اچھوتا افسانہ 'دیوار گریہ' ہے اور فسادات کے پس منظر میں ایک بصیرت افروز افسانہ 'قطرہ دریا' کے علاوہ بہت سارے دیگر افسانے ہیں جن میں فکر انگیزی اور تہہ داری پائی جاتی ہے۔ زبان و اسلوب میں ابہام اور پیچیدگی پہلے کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ بیانیہ آسان اور غیر علامتی ہے۔ یہ تمام خصوصیات شفق کے افسانوں کو منفرد بھی بناتی ہیں اور ایک نئی شناخت بھی قائم کرتی ہیں۔

☆☆☆